تبصرے

مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ضخامت ۲۵۰ صفحات۔ کتابت وطباعت اعلیٰ، قیمت مجلد پانچ روپیہ۔ پتہ: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام۔ ندوۃ العلما لکھنؤ

جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے آج مسلم ملکوں میں جو فکری اور عملی بحران وانتشار پایا جاتا ہے اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان ملکوں کا قدیم ورثہ اسلام ہے جس پر یہ اب بھی فخر کرتے ہیں۔ لیکن مغربی تہذیب وتمدن کے عالم گیر سیلاب نے ان ملکوں کے در ودیوار میں بھی رخنے پیدا کر دیئے ہیں۔ کہیں زیادہ اور کہیں کم اور ان رخنوں کی وجہ سے پورا معاشرہ قدیم وجدید اقدار حیات کی سخت کشمکش کا آماجگاہ بن کر رہ گیا ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں اسی کش مکش کا اپنے مخصوص نقطۂ نظر سے جائزہ لیا ہے۔ چنانچہ کتاب چار ابواب پر تقسیم ہے۔ پہلے باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ انیسویں صدی کے وسط میں جب مغربی تہذیب نے جنم لیا اور اس کا تعلق عالم اسلام سے ہوا تو اس کے اسباب ودواعی کیا تھے؟ اس وقت صحیح طریقۂ کار یہی ہوسکتا تھا کہ خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل ہوتا۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا۔ کیونکہ عالم اسلام بحیثیت مجموعی مختلف داخلی اور خارجی اسباب کی بنا پر اپنی خودی کھو چکا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یمن اور افغانستان ایسے ملک جو مغربی تہذیب کے مراکز سے دور اور الگ تھلگ تھے انھوں نے بالکل منفی یا غیر جانب دارانہ رویہ اختیار کیا لیکن وقت کی زد سے وہ کس طرح بچ سکتے تھے۔ آخر یہ طوفان بلا یہاں بھی آیا اور پورے معاشرہ کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔

دوسرے باب میں ترکی، شام وعراق، مصر وایران، انڈونیشیا اور ہندوستان اور تیونس والجزائر وغیرہ ان ملکوں کا ذکر ہے جو یا تو جغرافیائی اعتبار سے مغرب سے متصل تھے یا مغربی استعمار کے پنجے میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان ملکوں میں مغربی تہذیب کا ردعمل اس طرح ہوا کہ اس کے حامی اور مخالف دونوں پیدا ہوئے اور انھوں نے اپنے اپنے دائرہ عمل میں خوب کام کیا۔ لیکن جب یہ ملک آزاد ہوئے اور ان میں سیاسی انقلاب پیدا ہوا تو چونکہ اس انقلاب کی قیادت اس طبقہ نے کی تھی جو مغربی تہذیب وتمدن کی آغوش میں پلا بڑھا تھا اور جو دلدادۂ فرنگ کا صحیح زبون تھا اس لئے اس نے ملکی قوانین اور طریق نظم ونسق اور اپنے عمل وکردار کے ذریعے سوسائٹی پر بھی اسی مغربی تہذیب کا رنگ

غالب کرنا شروع کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ سوسائٹی نہ پوری مسلمان تھی اور نہ پوری مغربی۔ قدرتی طور پر وہ فوضویت اور انارکی کا شکار ہو گئی اور ملک انقلاب در انقلاب کی زد میں آ گئے۔ تیسرے باب میں مغربی نظام تعلیم اور مستشرقین کی مساعی کا تذکرہ ہے جو مولانا کے نزدیک مغربی تہذیب کی طرف رجحان و میلان بلکہ اس کے ساتھ گرویدگی و شیفتگی کے خاص اسباب ہیں، ساتھ ہی اس زہر کا تریاق کیا ہے؟ اس کی نشاندہی کی ہے۔ آخری باب جو ہماری رائے میں اس کتاب کا بیت الغزل اور گل سرسبد ہے اس میں اس پر بحث کی گئی ہے کہ دنیا کے موجودہ حالات اور زندگی کے اس خاص دور میں مسلمانوں کا مجتہدانہ اور بالغ نظرانہ کردار کیا ہونا چاہئے؟ اس سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے "یہ ہے خود تہذیب جدید کی رہنمائی، اس میں زندگی کی نئی روح پھونکنا۔ اس کو صالح مقاصد اور سفر کی صحیح منزل عطا کرنا اس کو نبوت کی عطا کی ہوئی ایمان و محبت کی دولت سے آشنا کرنا اور اس کی اصلاح و تکمیل کی وہ خدمت جو صرف مسلم ممالک ہی انجام دے سکتے ہیں اور جس کی اس عہد میں کوئی جرأت نہیں کر رہا ہے!" (ص ۲۲۹-۲۳۰)

مولانا کی رائے میں مشرق اور مغرب دونوں میں لین دین کے اصول پر معاملہ ہونا چاہئے۔ اسی باب میں آگے چل کر لکھتے ہیں "انسانیت کی مصیبت مغرب کے مشرق سے جدا ہونے میں ہے علم کو ایمان سے علیحدہ کرنے میں ہے کارخانوں کے صحیح مقاصد اور بہترین ارادوں سے تہی مایہ ہو سکنے میں ہے۔ اسی علیحدگی اور دوری نے ہمارے تمدن کو ہر طرح کے مصائب میں مبتلا کر دیا ہے، مشرق میں ایمان بڑھتا (نہیں اس میں شک ہے۔ ایڈیٹر) اور پروان چڑھتا رہا۔ مغرب میں سائنس بڑھتا اور پروان چڑھتا رہا۔ ایمان کو علم کی رفاقت کی ضرورت ہے اور علم کو ایمان کی سرپرستی اور نگرانی کی حاجت۔ اور انسانیت ان دونوں کی رفاقت اور تعاون کی طالب اور منتظر ہے (صفحہ ۲۴۱) یہ دراصل وہی بات ہے جس کو اقبال نے اس طرح بیان کیا ہے۔

مردہ لادینیٔ افکار سے افرنگ میں عشق | عقل بے ربطیٔ افکار سے مشرق میں غلام

اس میں شبہ نہیں کہ کتاب اپنی نوعیت اور موضوع کے اعتبار سے اردو زبان میں پہلی کتاب ہے اور دلسوزی و دردمندی اس کی سطر سطر سے عیاں ہے۔ اس لئے بڑی قابل قدر اور لائق مطالعہ ہے۔ لیکن چوں کہ مولانا اپنی اصل فطرت اور طبیعت کے اعتبار سے اسلام کے نہایت مخلص اور سرگرم و پرجوش داعی اور مبلغ ہیں اس لئے کتاب میں مورخانہ سنجیدگی اور بصیرت اور محققانہ تجزیہ و تحلیل کم اور دعوت کا جوش و ولولہ اور خطابت کی شعلہ فشانی

زیادہ ہے۔ ورنہ فاضل مصنف کو تفصیل سے پہلے اس پر بحث کرنی چاہئے تھی کہ اٹھارھویں صدی کے آخر سے ہی جب یورپ اپنی نشاۃ ثانیہ کے دور میں داخل ہو رہا تھا اور وہاں اپنے اپنے فن کے ماہر قسم قسم کی ایجادات اور تجربوں سے علم وعقل کی آئین بندی کا سامان کر رہے تھے اس کے مقابل اس وقت مشرق علمی وعملی، اخلاقی اور سیاسی واقتصادی اعتبار سے کس عظیم انحطاط میں مبتلا تھا اور اس کی وجہ بجز اس کے کچھ اور نہیں ہے کہ غلط تعبیر اور غلط تصورات کے باعث مذہب نے زندگی کا ساتھ چھوڑ دیا تھا مولانا نے جستہ جستہ اس کا ذکر کیا ہے۔ لیکن کتاب کے موضوع کا پس منظر تیار کرنے کے لئے ضرورت تھی کہ چند گول مول باتیں کرنے کے بجائے اس پر مفصل گفتگو کر کے اس عہد کے مشرق اور مغرب کا تقابلی مطالعہ کیا جاتا۔ علاوہ ازیں گزشتہ پانچ سات برس میں اسلامی ممالک کے حالات میں بڑی تبدیلی پیدا ہوگئی ہے۔ اب مغربی تہذیب سے مرعوبیت اور اس کی نقالی کا جذبہ کم ہوگیا ہے۔ اسلامی ثقافت کے احیاء، اسلامی قوانین کی تدوین جدید، اسلامی مقتضیات ومطالبات کے مطابق اپنے اپنے ملکوں میں نظام تعلیم کی ترتیب۔ اسلامی دعوت وتبلیغ کا جوش وولولہ، قومی اور ملی انفرادیت اور اس کے استحکام کا عزم یہ تمام چیزیں اب ترقی کر رہی ہیں اور اگرچہ کمیونزم، نیشنلزم اور سکولرزم وغیرہ کے رجحانات کی وجہ سے ابھی راستہ بالکل صاف نہیں ہے لیکن تاریخ کے طبعی ارتقا کا قانون اپنا کام کر رہا ہے اور اسلام آج اتنا بے سہارا نہیں جتنا پہلے تھا۔ اس لئے ہمارا خیال ہے کہ اگر خود مولانا نے اس کتاب پر نظر ثانی کی زحمت گوارا فرمائی تو بعض ممالک۔ ان کے سربراہوں اور ان کے بعض ارباب فکر واصلاح کے متعلق انھیں اپنے بیانات پر ازسرنو غور کرنا ہوگا۔ پھر ایک کمی جو اس کتاب میں بری طرح کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر صاحب نظر کے نزدیک مشرق کی تباہی وبربادی کا اصل راز اپنی بے عملی بلکہ بدعملی کے باعث مغرب کے سیاسی استعمار واستیلا کا شکار ہو جانا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کے جلو میں مغربی تہذیب تمدن ان ملکوں میں داخل ہوا۔ اور اس بری طرح چھا گیا کہ ان حالات میں ان لوگوں کا نفس مسلمان ہونا ہی اسلام کا معجزہ ہے۔ شمالی افریقہ کی حالیہ تاریخ سے باخبر اصحاب جانتے ہیں کہ فرانسیسی استعمار نے ان ملکوں کو عیسائی بنا لینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لیکن ہر قسم کے جبر وتشدد اور ترغیب وتحریص کے باوجود اسلام کی چنگاری بہرحال ان لوگوں کے دلوں میں دبی رہی اور اس نے آخر کار ایک دن بھڑک کر اس استعمار کو خاکستر کر کے رکھ دیا۔ اسی لئے یہ ملک آزاد تو ہوگئے۔ لیکن ان سے اس کی توقع ہرگز نہیں ہو سکتی کہ سیاسی استعمار کے سایہ میں جو مغربی تہذیب

سالہا سال سے دراز تک یہاں پلتی بڑھتی اور پروان چڑھتی رہی تھی اور جس کی جڑیں بہت گہری ہو گئی تھیں۔ ان ممالک کے آزاد ہوتے ہی اس تہذیب کے اثرات یک قلم معدوم ہو جاتے۔ یہ امکان اس لئے بھی بعید تھا کہ مغربی استیلا کے ختم کرنے میں ان ملکوں میں اشتراکی تحریک کے عوامل و موثرات کا بھی بڑا دخل تھا۔ اس بنا پر سیاسی آزادی حاصل کرنے کے بعد ان ملکوں کا تہذیبی اعتبار سے اسلام اور مغربیت کی کش مکش میں گرفتار ہو جانا ناگزیر تھا۔ لیکن بہرحال حالات اب بدل رہے ہیں اور اسلام کا جو پہلوان سیاسی استعمار کے پتھر کے نیچے دبا پڑا تھا اب تازہ دم ہو کر مغربیت سے کشتی لڑنے کے لئے اپنے کس بل درست کر رہا ہے اور حالات ایسے مایوس کن نہیں جیسے کہ پہلے تھے۔ یہ ملک اپنی خودی سے پھر آشنا ہو رہے ہیں۔ اسلامی تحریکات پیدا ہو رہی اور اپنا کام کر رہی ہیں۔ مولانا کو ان سب چیزوں کا جائزہ ہمدردی، وسعت نظر اور ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ لینا چاہئے تھا۔ مگر ہمیں دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ مولانا نے سیاسی استعمار کی ہلاکت انگیزیوں کا تذکرہ کہیں کہیں محض سرسری اور ضمنی کر دیا ہے۔ اس کو کسی جگہ بھی مستقل موضوع بحث نہیں بنایا اور نہ اس پر مفصل گفتگو کی ہے۔ اس بنا پر یہ کتاب حدیثِ دردِ دل تو ہے لیکن دل کی مفصل کہانی نہیں۔ بے شبہ مولانا کی دعوت پیغمبرانہ دعوت ہے اور یہ دعوت سیاسی اور اقتصادی وجوہ و اسباب سے زیادہ اخلاقی عوامل و موثرات پر نگاہ رکھتی ہے۔ اس حیثیت سے یہ کتاب بڑی ہی فکر انگیز اور ایمان افروز ہے اور ہم مولانا کو اس پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

ہندو پاکستان کے دینی و علمی ذوق رکھنے والے حضرات کو اطلاع

جو حضرات ہندوستان و پاکستان کے مشہور و معروف اور متبحر علما کی عام فہم، مدلل اور ایمان افروز تصانیف سے مستفید و محظوظ ہونا چاہتے ہیں انھیں یہ پڑھ کر انتہائی مسرت ہو گی کہ ہم نے ایسے اہل ذوق اور دینی تڑپ رکھنے والے لوگوں کے لئے اس کا معقول انتظام کر لیا ہے۔

ہم قطعی یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آپ ہمیں ان شاء اللہ معاملہ فہم اور دیانتدار پائیں گے ہمیں یقین ہے کہ ہماری طرف رجوع کرنے سے آپ حضرات کو علمی و دینی آسودگی حاصل ہو گی۔

ہر قسم کی دینی، علمی، ادبی، اصلاحی، تاریخی نیز اسلامی مدارس سے متعلق جملہ کتب و قرآن پاک وغیرہ کے لئے ہندوستان و پاکستان کے حضرات ہمیشہ مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت فرمائیں۔

ادارہ فروغ اسلام سعید منزل ۱۶۵ انارکلی لاہور